قرأت خلف الامام

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

قرأت خلف الامام

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی دامت برکاتہم القدسیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر نے قرأۃ خلف الامام پر ایک ضخیم تصنیف لکھی لیکن عوام ضخیم کتب پڑھنے سے کتراتے ہیں حالانکہ وہ اہل علم کو مفید ہے۔ مجبوراً یہ مختصر رسالہ بنام قرأۃ خلف الامام اسی تصنیف سے خلاصہ کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

مقدمہ

(۱) قرآن مجید کی تصریح احادیث پر مقدم ہوتی ہے احادیث کی تاویل کی جائے۔

(۲) ترک قرأۃ صرف امام کے پیچھے ہے ورنہ منفرد کو قرأۃ واجب وضروری ہے۔

(۳) مخالفین صرف فاتحہ والی روایات پیش کرتے ہیں وہ بھی عام۔

ہم کہتے ہیں امام کے پیچھے نماز کا حکم اور ہے اور اکیلے پڑھنے کا اور۔

باب ۱

قرآن شریف سے ثبوت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، ایت ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

فائدہ: جمہور اہل اسلام کا بیان ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عام حکم فرمایا کہ جب امام قرآن کریم قرأت کر رہا ہوں تو اُس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں گویا نماز میں امام کا وظیفہ قرأت کرنا ہے اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف استماع (سننا) ہے۔

قاعدہ

اہل سنت کا طریقہ ہے کہ قرآن وحدیث اسلاف کے مطابق سمجھنا، اور غیر مقلدین کا طریقہ ہے اپنی عقل کے مطابق چلنا۔ فقیر اس آیت کا مطلب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیان کرتا ہے۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کے ہر وقت حاضر باش صحابی اور رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی جاتی ہے

صلی ابن مسعود فسمع انلسا یقراون مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفھموا اما ان لکم

ان تعقلوا واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم اللہ تعالیٰ۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی پس اُنہوں نے چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا تو جب نماز سے فارغ ہوئے تو (ابن مسعود نے) فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل اور سمجھ سے کام لو کہ جب قرآن کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

فائدہ: یہ صحیح روایت واضح طور پر اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے تو یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنبیہ کرتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمادیا۔

نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات بھی ظاہر کردی کہ آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور خاموشی کا حکم دیا ہے جو لوگ امام کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

(۲) یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قال عبداللہ ابن مسعود فی القرات خلف الامام انصت للقران کما امرت فان فی القران لشغلا و سیکفیک ذالک الامام۔ (کتاب القراۃ للبیہقی صفحہ ۷۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے والا آدمی امام قرأت سننے سے محروم رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہارے لئے کافی ہے۔

فائدہ: اس صحیح روایت میں بھی خطاب ان لوگوں کو ہے جو لوگ امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے جیسا کہ لفظ خلف الامام سے ظاہر ہے۔

(۳) رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنہیں حضور ﷺ نے "حبر الامه" اُمت کا بڑا عالم کا خطاب بخشا) نے فرمایا:

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی فی الصلوٰۃ المفروضه۔ (کتاب القراۃ صفحہ ۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ ...... الخ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فائدہ: اس آیت میں استماع اور خاموشی کا جو حکم ہے وہ شانِ نزول کے اعتبار سے صرف فرض نمازوں کو شامل ہے

گو غیر فرض نمازوں کو بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے شامل ہے۔

(۴) حضرت ابن جبیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے یعنی استماع اور انصات کا حکم امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کے لئے ہے۔

(کتاب القراۃ صفحہ ۷۵)

(۵) حضرت سعید ابن مسیّب تابعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴ھ) نے فرمایا اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہی ہے چنانچہ فرمایا

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن...... الخ قال فی الصلوۃ

یعنی یہ آیت قرآن کریم نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (کتاب القراۃ صفحہ ۷۵)

(۶) حضرت حسن بصری تابعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں

واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا...... فی الصلوۃ

اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے۔

(۷) حضرت محمد بن کعب القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۸ھ) فرماتے ہیں حضور ﷺ جب نماز میں قرأت کرتے تھے تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے، ساتھ ساتھ قرأت کرتے تھے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، ایت ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

(کتاب القراۃ، للبیہقی صفحہ ۷۴)

گھر کی گواھی

(۱) حافظ ابن کثیر نے مختلف اقوال نقل کر کے لکھا کہ

وکذا قال الضحاك و ابراهیم النخعی وقتاده والشعبی والسدی وعبدالرحمن بن زید بن اسلم ان المراد بذالك الصلوۃ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۱)

ضحاک، ابراہیم نخعی، قتادہ شعبی سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔

(۲) غیر مقلدین کے مستند امام ابن تیمیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ نقل کر کے لکھا کہ:

وقول الجمهور هو الصحیح فان الله سبحانه قال واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون قال احمد بن حنبل اجمع الناس علی انها نزلت فی الصلوة۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

یعنی جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تا کہ تم رحم کیے جاؤ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب لوگوں کا اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول نماز ہے۔

فائدہ: ان کے علاوہ مستند روایتیں تابعین وتبع تابعین علیہم الرحمہ اور مفسرین کرام ائمہ دین سے اس آیت کی تفسیر میں موجود ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں ترک کر کے غیر مقلدوں کے معتمد علیہ ایک غیر مقلد کا فتویٰ عرض کرتے ہیں۔ مشہور غیر مقلد عالم مولوی عبدالصمد پشاوری لکھتے ہیں

والاصح کونها فی الصلواة لماروی البیهقی عن الامام احمد قال اجمعوا علی انها فی الصلوة

(اعلام الاعلام فی ترک القرات خلف الامام صفحہ ۱۹۰)

یعنی صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے جیسا کہ امام بیہقی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا نماز کے بارے میں نازل ہونے پر سب کا اجماع اور اتفاق ہے۔

لطیفہ

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آیت میں قرأت کا لفظ ہے اور قرأت کا اطلاق سورۃ الفاتحہ کے لئے نہیں کیونکہ سورۃ الفاتحہ کے احکام منفرد ہیں۔

سورۃ الفاتحہ جزو قرآن ہے یا کہ نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو کیا آپ کو تحریف قرآن کا قائل ہو کر کافر بننے کا شوق تو نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ایک سو تیرہ سورتوں کا سننا تو واجب ہے اور صرف سورہ فاتحہ اس سے مستثنیٰ کیوں ہے؟

(۴) سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے پر کون سی قطعی الثبوت اور قطعی الدلت قرآن مجید کی آیت ہے؟

سوالات و جوابات

سوال

یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی؟

جواب

(۱) لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ کا مصداق مشرکین بقول غیر مقلدین کے اگر بن سکتے ہیں تو مؤمنین کیوں نہیں بن سکتے۔

(۲) اگر مشرکین مکہ بغیر کسی شور وغل کے قرآن مجید سنیں تو غیر مقلدین کے نزدیک مشرکین مکہ پر تو خدا کا رحم نہیں ہوسکتا۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

فائدہ: اس آیت کریمہ

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، ایت ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

کا خطاب صاف طور پر یہ ہوگا کہ جب سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو تم توجہ کرو اور بالکل خاموش رہو چونکہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول نماز اور خلف الامام کا مسئلہ ہے جیسا کہ بحوالہ عرض گیا ہے تو اس کے لئے امام کے پیچھے مقتدیوں کو دیگر سورتوں کی قرأت عموماً اور سورۂ فاتحہ کی خصوصاً درست نہ ہوگی کیونکہ استماع اور انصات کو رب العزت نے امر کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی خلاف ورزی کرنا اہل اسلام کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

(۳) سرے سے غیر مقلدین کا یہ سوال ہی غلط ہے اس لئے کہ آیت میں مشرکوں کو رحمت خداوندی کا مستحق ٹھہرایا جارہا ہے حالانکہ مشرکین و کفار تو قہر وغضب کے مستحق ہیں نہ کہ رحم و کرم کے۔ غیر مقلدین کا یہ سوال ان کی سفاہت و بے عقلی کی دلیل ہے۔

(۴) آیت:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (پارہ ۲۹، سورۃ المزمل، ایت ۲۰)

ترجمہ: اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔

فائدہ: آیت میں مطلق قرأت کا حکم ہے فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت یا آیات۔ علم الاصول کا قاعدہ ہے کہ قرآن کے

عموم پر حدیث (خبر واحد) سے زیادتی ناجائز ہے سورۂ فاتحہ کو اپنی طرف سے اخبار احاد کی وجہ سے فرض قرار دینا ناجائز ہے۔

قاعدہ احناف

احناف کے نزدیک قرآن کی صریح آیات سے جو ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو حدیث سے ثابت ہو وہ واجب ہے اسی لئے ان کے نزدیک مطلق قرأت فرض ہے اور سورۂ فاتحہ امام و منفرد پر واجب۔ احناف کی تائید احادیث سے ہے

حدیث شریف

نبی پاک ﷺ نے ایک اعرابی کو نماز کے احکام کی تعلیم دے کر فرمایا:

ثم اقرء ما تیسر من القرآن۔ (بخاری)

پھر قرآن میں سے جو تجھے آسان ہو پڑھ۔

صریح حدیث سے تائید احناف

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

امرنی النبی ﷺ ان انادی انه لا صلوٰۃ الا بقراۃ ولو بفاتحه الکتاب۔ (رواہ ابوداؤد)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز قرأت کے بغیر جائز نہیں خواہ سورۂ فاتحہ ہو۔

فائدہ: اگر فاتحہ علیحدہ فرض ہوتی تو اُسے عام قرأت میں اعلان کا حکم نہ ہوتا بلکہ یوں فرمایا جاتا کہ قرأت کے علاوہ فاتحہ ضرور پڑھو۔

باب ۲

احادیث مبارکہ

احناف کی دلیل احادیث قولی سے بھی ہے اور فعلی سے بھی، صراحتاً بھی اور اشارۃً بھی۔ فقیر ان تمام کو آگے تفصیل وار عرض کرتا ہے۔

(۱) احادیث قولی جن میں صاف ہے کہ حضور ﷺ نے امام کے پیچھے ہر طرح کی قرأت سے روکا ہے۔

(۲) سرورِ عالم ﷺ کی زندگی اقدس کے آخری لمحات احکام و مسائل میں فیصلہ کن ہیں۔ ہم آگے چل کر عرض کریں گے آپ کی آخری نماز میں قرأت خلف الامام نہیں ہے۔

(۳) حضور سرورِ عالم ﷺ کا ہر قول و فعل شریعت اور اسلام ہے۔ آپ نے ایک صحابی کو نماز میں خلل انداز پایا کہ اس نے

آپ کو رکوع میں جاتے دیکھ کر پچھلی صف میں تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شمولیت کر کے پھر اسی حالت میں اگلی صف میں مل گیا آپ نے اسے فرمایا ایسی غلطی آئندہ نہ ہو۔

ہم احناف کہتے ہیں کہ یہ صحابی ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اگر بقول غیر مقلدین سورۃ فاتحہ خلف الامام ہوتی اور اس کے ترک سے نماز باطل ہوتی تو حضور ﷺ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے لوٹانے کا حکم فرماتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ فرمایا اب تو غلطی ہوگئی (وہ یوں کہ رکوع کہیں کیا تو پھر چل کر آگے کی صف میں پہنچنے کا عمل کیا گیا) لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا۔

(۴) غیر مقلدین کے پاس ایسی کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں جس میں صاف حکم ہو کہ امام کے پیچھے فاتحہ ضرور پڑھو اگر نہ پڑھوگے تو نماز باطل ہوگی۔

(۵) جن روایات میں فاتحہ کے پڑھنے کا حکم ہے جبکہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہے یا امام کو حکم ہے۔

(۶) غیر مقلدین کی بعض روایات پیش کردہ ضعیف اور مؤول ہیں ان کی تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

احادیث صحیحه مرفوعه

(۱) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فعلمنا سنتنا فقال اذا کبر الامام فکبروا واذا قرء فانصتوا

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں حضور ﷺ نے خطبہ دیا اس میں آپ نے نماز کا طریقہ بتایا اور فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (رواہ مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا فریضہ ہے اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور انصات ہے اور ان کے لئے بغیر انصات کے اور کوئی گنجائش ہی نہیں چونکہ یہ روایت مطلق ہے لہٰذا سری اور جہری تمام نمازوں کو شامل ہے مقتدیوں کو کسی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ہرگز اجازت و گنجائش نہیں ہے۔

انتباہ

یہ روایت صحیح مسلم کے علاوہ احادیث کی دیگر معتبر کتب میں بھی موجود ہے۔ ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۰، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۰۵، دار قطنی جلد ا صفحہ ۱۲۵، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۱، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۸۱، صحیح ابی عوانہ صفحہ ۱۷۴۔ ان کے علاوہ احادیث کی دیگر درجنوں مستند و معتبر کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ان النبی ﷺ خطبنا فکان مابین لنا من صلوتنا ویعلمنا سنتنا قال اقیموا الصفوف ثم لیومکم

احد کم فاذا کبر الامام فکبروا واذا قری فانصتوا۔ (رواہ ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۰)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور نماز کا طریقہ سکھایا اور سنت کی تعلیم دی اور فرمایا کہ صفیں درست کیا کرو تم میں سے ایک آدمی امام بنے اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قال رسول اللہ ﷺ اذا قرء الامام فانصتوا و اذا قال غیر المغضوب علیھم و لا الضالین قولوا امین

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام **غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْن** پڑھے تو تم آمین کہو۔ (رواہ مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴، ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: ان تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا کام ہے اور مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو جو متعدد کتب حدیث میں آئی ہے اور جس کو امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) امام مسلم (۳) امام نسائی (۴) امام ابن جریر (۵) علامہ ابن حزم (۶) امام منذری (۷) حافظ ابن کثیر (۸) امام اسحاق بن راہویہ (۹) امام ابوبکر بن اثرم (۱۰) حافظ ابن حجر (۱۱) امام ابوزرعہ رازی (۱۲) امام موفق الدین بن قدامہ (۱۳) امام شمس الدین بن قدامہ (۱۴) امام ابن خزیمہ (۱۵) امام ابوعمر بن عبدالبر (۱۶) ابن تیمیہ (۱۷) امام ابوعوانہ (۱۸) نواب صدیق حسن خاں (۱۹) علامہ ماردینی (۲۰) علامہ عینی (۲۱) امام ابن معین (۲۲) عثمان ابن ابی شیبہ (۲۳) علی بن المدینی (۲۴) سعید بن منصور خراسانی (۲۵) امام ابن صلاح رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذاقرء فانصتوا واذاقال سمع اللہ لمن حمدہ فقولو اللھم ربنا لک الحمد

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ان النبی ﷺ قال اذاقرء الامام فانصتوا۔ (کتاب القراۃ للبیہقی صفحہ ۹۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ ﷺ انصرف من صلوٰۃ جهر فيها بالقراۃ فقال هل قرء معی منكم احد انفا فقال رجل نعم انا یارسول اللہ ﷺ قال فقال رسول اللہ ﷺ انی اقول مالی انازع القران فانتهى الناس عن القراۃ مع رسول اللہ ﷺ فيما جهد فيه رسول اللہ ﷺ بالقراۃ حين سمعوا ذالك من رسول اللہ ﷺ

حضور ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے تو ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جی ہاں! میں نے قرأت کی ہے، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں ہورہی ہے؟ آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں جہر سے آپ قرأت کرتے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت بالکل ترک کردی تھی۔

(موطا امام مالک صفحہ ۲۹، ۳۰)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

كل صلوة لا يقرء فيها بام القران فهی خداج الاصلوة خلف الامام

کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ (کتاب القراۃ الامام البیہقی)

(۸) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

قال النبی ﷺ من كان له امام فقراۃ الامام له قراۃ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔

(حاشیہ مشکوۃ، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

(۹) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قال عليه السلام من صلى خلف الامام فقراۃ الامام له قراۃ

ارشاد فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرات اس کو کفایت کرتی ہے۔

(کتاب القراۃ للبیہقی صفحہ ۱۰۲)

(۱۰)ام رسول اللہ ﷺ فی العصر قال فقرء رجل خلفه فغمر الذی یلیه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ ﷺ قد امك فکرهت ان تقرء خلفه فسمعه النبی ﷺ فقال من کان له امام فان قراته له قراۃ

حضور ﷺ نے ایک دن عصر کی نماز میں امامت کرائی آپ کے پیچھے ایک شخص نے قرأت کی تو ساتھ والے نے اسے ذرا دبایا تا کہ وہ قرأت سے باز آجائے جب نماز ختم ہوگئی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹٹولا اور دبایا تھا منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ حضور ﷺ تیرے آگے امام تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کرو۔ حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ جس کے لئے امام ہے پس امام کی قرأت ہی اس کو کافی ہے۔(موطا امام محمد صفحہ ۱۰)

(۱۱)حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

امرنی رسول اللہ ﷺ ان لا اقرء خلف الامام

حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو۔(کتاب القراۃ للبیہقی صفحہ ۱۳۹)

(۱۲)حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

سئل رسول اللہ ﷺ افی کل صلوۃ قراۃ قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه فقال لی رسول اللہ ﷺ و کنت اقرب القوم الیه ماری الامام اذا ام القوم الا کفاهم

حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! ایک انصاری نے کہا پھر تو قرأت ضروری ہوگئی حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ میں تمام اہل مجلس میں سے حضور ﷺ کے زیادہ قریب تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرات مقتدیوں کو کافی ہے۔

(دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۷)

(۱۳)حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

من کان له امام فقراۃ الامام له قراۃ

کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔(کتاب القراۃ للبیہقی صفحہ ۱۲۵)

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔

(۱۴)حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کل صلوۃ لا یقرا فیها بفاتحه الکتاب فلا صلوۃ له الا وراء الامام

ہر نماز جس میں نمازی سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر امام کے پیچھے پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔

(کتاب القراۃ للبیہقی صفحہ ۱۲۷)

فائدہ: یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔

(۱۵) امام موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

عن جابر ان النبی ﷺ قال کل صلوۃ لا یقراء فیھا بام القران فھی خداج الا ان یکون وراء الامام

امام خلال نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو۔

(مغنی صفحہ ۶۰۶، مغنی مع شرح مقنع الکبیر صفحہ ۶۰۶)

فائدہ: جن راویوں کو اختصار ملحوظ رکھنا ہوتا ہے وہ حدیث مختصر بیان کر دیتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بس حدیث صرف وہی ہے جو مختصراً بیان ہوئی ہے بلکہ محدثین کا قاعدہ ہے کہ حدیث کو بجملہ وجوہ مجملاً و مفصلاً ماننا ضروری ہے غیر مقلدین اپنی غرض نفسانی کے تحت ہمیشہ ایسے قواعد سے پہلو تہی کر جاتے ہیں۔

(۱۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراءۃ

جس آدمی نے امام کی اقتداء کر لی ہو تو امام کی قراءت ہی مقتدی کو بس ہے۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

فائدہ: امام شمس الدین ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ

وھذا اسناد صحیح متصل رجالہ کلھم ثقات

یہ سند صحیح ہے اور متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (شرح مقنع اکبر صفحہ ۱۱ جلد ۲ برحاشیہ مغنی)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

من قرء احد منکم انفاقالوا نعم قال انی اقول مالی انازع القران فانتھی الناس عن القراۃ معہ حین قال ذالک

کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں! حضور ﷺ قراءت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قراءت میں کیوں منازعت اور کشمکش ہو رہی ہے۔ (مسند احمد جلد پنجم صفحہ ۳۴۵)

جب آپ ﷺ کا یہ ارشاد لوگوں نے سنا تو آپ ﷺ کے پیچھے قراءت ترک کر دی۔

امام ابوبکر الھیشمی المتوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

رواہ احمد و رجال احمد رجا ل الصحیح ۔(مجمع الزوائد جلد۲)

نبی پاک ﷺ کی آخری نماز سے استدلال

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

واخذ رسول اللہ ﷺ من القراۃ من حیث کان بلغ ابوبکر

اور حضور ﷺ نے وہاں سے قرأت شروع کی جہاں تک حضرت ابوبکر قرأت کر چکے تھے۔(ابن ماجہ صفحہ ۸۸)

(۲) ایک روایت میں آیا ہے کہ

فقرا من المکان الذی بلغ ابوبکر من السورۃ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ کے جس مقام تک پہنچ چکے تھے حضور ﷺ نے وہاں سے شروع کی۔(مسند احمد جلد ۱)

(۳) ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا کہ

فاستفتح النبی ﷺ من حیث انتھی ابوبکر من القران

نبی کریم ﷺ نے وہاں سے شروع فرمایا جہاں تک حضرت ابوبکر پہنچ چکے تھے قرآن سے۔(سنن الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۸۱)

فائدہ: یہ روایت طحاوی شریف جلد ۱ صفحہ ۲۳۵، مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۲۷، طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۰، نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵ اور درایہ صفحہ ۱۵۵ وغیرہ میں مذکور ہے۔ فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۲۷۹ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اسنادہ حسن جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے باوجود یہ......... کلا یا بعضا نہیں پڑھی پھر بھی نماز ہوگئی۔

فائدہ: حضور ﷺ بیمار تھے دو آدمیوں کے سہارے چل کر تشریف لائے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے رہے نماز پہلے شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ مسجد کی صفوں میں سے گزر کر مصلے پر پہنچے، سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں بھلا اس وقت تک ختم نہ ہو سکی ہونگی۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آخری بیماری میں آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی۔(کتاب الامام جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

فائدہ: اگر سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص بلکہ باطل اور کالعدم ہوتی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں تو آپ کی یہ

آخری نماز ہوئی یا (معاذ اللہ) نہیں ہوئی ؟ نماز نہ ہوئی تو کہہ نہیں سکتے لامحالہ کہنا پڑے گا نماز ہوئی تو پھر احناف حق پر ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ کے پڑھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ امام کی اقتداء کا یہی مطلب ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

حدیث ابی بکرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی تحقیق

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حدیث شریف میں ہے

انه دخل المسجد والنبی ﷺ راکعا فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال النبی ﷺ زادك الله حرصا ولاتعد

وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور ﷺ رکوع میں چلے گئے چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ تکبیر تحریمہ ادا کر کے رکوع میں چلے گئے اور صف میں مل گئے حضور ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا کہ خدا تیری نیکی کی حرص زیادہ کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

فائدہ: (۱) ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے باوجود اس کے ان کی اس رکعت اور ان کی اس نماز کو جناب رسول خدا ﷺ نے مکمل اور صحیح فرمایا اور ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا۔

(۲) امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس نے وہ رکعت پالی۔

(۳) اس صحیح اور مرفوع حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت صحیح ہے۔

فائدہ: حدیث ابی بکرہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہیں۔

(السنن الکبری جلد۲ صفحہ ۱۰، زیلعی جلد۲ صفحہ ۳۹، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۹۹، صحیح بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)

فیصلہ حق

(۱) رکوع میں پہنچے تو فاتحہ مع ختم سورۃ دونوں نہ پڑھ سکے تو ان کی نماز ہو گئی۔ ثابت ہوا کہ امام کی قرأت سے مقتدی کی قرأت ہو گئی۔

(۲) رکوع میں پہنچنے سے کامل رکعت مل گئی اس میں بھی غیر مقلدین کا رد ہے کیونکہ وہ اس کے قائل نہیں۔

(۳) اگر فاتحہ واجب ہوتی تو حضور ﷺ ابوبکرہ کو نماز کے لوٹانے کا حکم فرماتے جیسے ایک صحابی نے تعدیل ارکان نہ کی تو تین بار اسے فرمایا نماز لوٹا اس لئے کہ تیری نماز نہ ہوئی۔ (بخاری)

لیکن حضرت ابوبکرہ کوصرف اتنا فرمایا

لاتعد

آئندہ ایسا نہ کرنا

یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ اس کی نماز مکروہ ہے جو قیام کہیں تو نماز میں چل کر رکوع کہیں اور جگہ۔

استدلال بطریق دیگر

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا امن القاری فامنوا فان الملئکۃ تومن فمن وافق تامینہ تامین الملئکۃ غفرلہ ما تقدم من فنبہ رواہ البخاری وقال رسول اللہ ﷺ اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین المئکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ متفق علیہ و فی روایہ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقولوا امین فانہ من وافق قولہ قول الملئکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ ھذالفظ البخاری و فی المسلم ایضاً۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب قاری آمین کہے تم بھی آمین کہو اس لئے کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین سے موافق ہو اس کے اگلے گناہ بخشے جاتے ہیں، اس کو روایت کیا بخاری نے۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق ہوا گلے گناہ بخشے جاتے ہیں، یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآ لِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو اس واسطے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول سے موافق ہو اس کے اگلے گناہ بخشے جاتے ہیں، یہ لفظ بخاری کا ہے اور مسلم میں بھی ایسا ہی ہے۔

طریقہ استدلال

حدیث مذکور میں حضور ﷺ نے امام کو قاری سے موسوم فرمایا اگر مقتدی بھی قراۃ میں مشترک ہوتے تو آپ فرماتے

اذا قلتم ولاالضالین قولوا امین

جب تم وَلَا الضَّآ لِّيْنَ کہو تو آمین کہو

لیکن ایسا نہیں بلکہ امن القاری ہے جو قرأت صرف امام سے خاص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ "فامنوا"

فا جزائیہ شرط کے بعد آتی ہے تو ثابت ہوا کہ مقتدی قرأت میں شامل نہیں بلکہ اس کا کام ہے امام جب وَلَا الضَّآ لِّیْنَ پر ختم کرے تب آمین کہے جیسے شرط و جزا کا قاعدہ نحوی مسلم ہے۔

غیر مقلدوں پر سوال

اس حدیث میں مقتدیوں پر آمین کہنے کا حکم ہے ادھر تم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ رہے ہو بعض مقتدی قرأت (فاتحہ) پڑھنے میں کمزور ہوتے ہیں بعض تیز جو تیز ہے اس نے امام سے پہلے پڑھ کر آمین ایک دفعہ پڑھ لی اب جب امام وَلَا الضَّآ لِّیْنَ کہے گا تو اب بھی آمین کہنا ہوگا نماز میں دو آمین کہنے کا تم نے کسی حدیث میں پڑھا تمہارے پاس دو آمین والی حدیث ہے تو پیش کرو ورنہ حدیث نہیں ہے تو بدعت ہوگا اب یا حدیث دکھاؤ یا بدعتی بنو۔ اسی طرح اگر کمزور ہے تو امام وَلَا الضَّآ لِّیْنَ کہے گا تو اسے آمین کہنی ہوگی ورنہ حدیث شریف کے خلاف لازم آتا ہے اب آمین کہتا ہے تو فاتحہ کی قرأت کے درمیان آمین کہنا لازم آئیگا اور آمین قرآن نہیں غیر قرآن ہے تو اس مقتدی نے غیر قرآن کو قرآن میں ملایا اور وہ بھی نماز میں تو مجرم ہوا یا بدعتی اس لئے کہ کسی حدیث شریف میں نہیں کہ فاتحہ شریف کے درمیان میں کسی جگہ پر آمین کہا جائے مانا کہ مقتدی امام کے ساتھ پڑھتا جا رہا ہے اگرچہ کمزور ہے لیکن امام کے سہارے پر تیزی آگئی ہاں یہ ممکن ہے جیسے کمزور ٹرک تیز ٹرک سے لگ کر تیز چل پڑتا ہے لیکن سوال تو اپنی جگہ پر قائم ہے وہ یوں کہ مقتدی اس وقت پہونچا جب امام کچھ فاتحہ پڑھ چکا تھا اب اس نے فاتحہ پڑھی ہے اور کچھ فاتحہ پڑھی تو امام نے آمین کہہ دی اب مقتدی آمین نہیں کہتا تو حدیث کے خلاف ہوتا ہے کہتا ہے تو وہی خرابی لازم آئیگی جو پہلے مذکور ہو چکی ہے بلکہ درحقیقت تحریف قرآن لازم آئے گی کہ غیر قرآن (آمین) کو قرآن (فاتحہ) کے درمیان ملا دیا۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن فی سجود فاسجدوا ولا تعدوہ شیئا ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوۃ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدہ میں ہیں تو سجدہ کرو اور اس سجدہ کو شمار مت کرو اور جس نے رکوع پایا اس نے کامل نماز پائی۔ (رواہ ابوداؤد)

(۳) وعنہ انہ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقل ادرک السجدۃ ومن فاتہ قراۃ القران فقد فاتہ خیر کثیر

نیز سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے رکوع پایا اس نے سجدہ پایا اور جس کی فاتحۃ الکتاب فوت

ہوئی پس خیر کثیر اس سے فوت ہوئی۔ (رواہ مالک)

طریقہ استدلال

(۱) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں رکعت سے مراد رکوع ہے اس لئے کہ دونوں حدیثوں میں رکعت کا بالمقابل سجدہ ہے اور علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ تقابل الفاظ کا تناسب ضروری ہے اور رکعت بمعنی رکوع احادیث میں بھی وارد ہے اور رکوع میں پہونچنے والے کی نماز کے جواز پر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت بھی موید ہے فلہٰذا یہاں "الرکعة" سے "الرکوع" لینا مناسب ہے جب رکوع سے ملنے کی نماز کا جواز ثابت ہوا تو فاتحہ کے ترک سے نماز میں فرق نہ آیا۔ وهو المطلوب

اگر رکعت یہاں بمعنی رکوع نہ ہو تو مناسب تھا کہ حضور ﷺ اس طرح فرماتے:

جئتم الى الصلوة ونحن في الركوع فاركعوا ولا تعدوه شيئا

اور اس ہی سے عدم محسوبیت سجدہ کے بھی بطریق اولی مستفاد ہے کیونکہ جب باوجود ادراک رکوع رکعت محسوب نہ ہوئی تو بادراک سجدہ کی کس طرح محسوب ہوگی پس معلوم ہوا کہ رکعت سے رکعت تامہ مراد نہیں بلکہ رکوع ہے اس کی تائید بخاری کی حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے

عن رفاعه بن نافع قال كنا نصلى وراء النبى ﷺ فلما رفع راسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده...... الخ

حضرت رفاعہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر مبارک اُٹھایا تو فرمایا سمع الله لمن حمده اور جیسے یہاں "الركعة" بمعنی "الركوع" ہے ایسے ہی ہماری پیش کردہ دو مذکورہ بالا حدیثوں میں "الركعة" بمعنی "الركوع" ہے۔

(۳) حدیث:

من ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة

میں تین احتمال ہوسکتے ہیں۔ (۱) رکعت (۲) تمام صلوۃ (۳) ثواب جماعت برتقدیر

اول مراد رکعت سے رکوع ہے یا رکعت تامہ پہلی شق میں ہمارا مدعی ثابت ہے دوسری شق پر معنی ہوگا

من ادرك الركعة التامة فقد ادرك الركعة

اس کا کوئی مطلب نہیں بنتا شق ثالث کا یہ معنی ہو کہ

من ادرك الركعة الواحدة فقد ادرك تمام صلوة

یہ معنی بھی غلط ہے اس لئے کہ جس سے پہلے کئی رکعت یا دو تین فوت ہو گئیں وہ نہ پڑھے کیونکہ اس سے کہا گیا ہے کہ نماز تمام ہو گئی اگر شق ثالث مراد ہو یعنی ثواب الصلوٰۃ تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ اس جملہ کا مقابلہ سجود سے ہے یعنی جیسے "من ادرك الركعة" فرما کر نماز کی تکمیل کی نوید ہے اس طرح سجدہ کی حالت میں پہونچنے والے کو یہ نوید نہیں بلکہ وہاں حکم ہے

فلاتعدوہ شیئا

یعنی سجدے میں پہنچنے والے کو فرمایا ہے کہ وہ اس رکعت کو نماز میں شمار نہ کرے اور "الـــركـــعة" میں پہونچنے والے کو نوید ہے کہ اس کی رکعت مکمل ہے تو معلوم ہوا کہ "الركعة" سے مراد رکوع ہے نہ کہ نمازِ کامل یا ثوابِ کامل۔

ازالہ وہم

من فاتة قراۃ القران ......الخ

جس سے اُم القران (فاتحہ) فوت ہو جائے اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی

اس جملے کا مطلب یہ ہے ادراک قرأت فاتحہ یا سماع قرأت فاتحہ کا امام سے افضل ہے اس سے وجوب ثابت نہ ہوا بلکہ ایک فضیلت ہے۔

سوال

مسلم شریف میں ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا بام القران فھی خداج ثلاثا غیر تمام فقیل لابی ہریرۃ انا یکون وراء الامام قال اقرء بھا فی نفسك فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سال فاذا قال العبد الحمد للہ رب العلمین قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنی علی عبدی واذا قال مالك یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاك نعبد وایاك نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سال فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر

المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ما سال

رسول اللہ ﷺ نے جونماز ادا کرے اور اُم القرآن اس میں نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے غیر تمام ہے تین بار فرمایا ابو ہریرہ کو کسی نے کہا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں کہا دل میں پڑھا کر کیونکہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے نماز کو بندہ اور اپنے میں دو حصوں پر تقسیم کیا اور بندہ کی مرضی ہے جو مانگے۔

جواب:

اس سے امام کے پیچھے فاتحہ کا سیدنا ابو ہریرہ کا اپنا استدلال ہے اور اس سے مراد وہ نماز ہو جو بلا امام ہو اور سیدنا ابو ہریرہ کے **فی نفسك** (اپنے نفس میں) میں فرمانے سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ **فی نفسك** سے دل پر تصور جمانا مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (پارہ۹، سورۃ الاعراف، ایت ۲۰۵)

ترجمہ: اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو۔

یہاں بھی دل پر جمانا مراد ہے اس لئے کہ یہ آیت نسیان کے بالمقابل ہے جیسا کہ اس آیت میں **نفسك**........ نسیت ہے اس میں نہ ذکر لسانی مراد ہے اور نہ ہی اس سے ذہنی طور ذکر میں مصروف ہونا ایسے ہی مقتدی کے لئے بھی حکم ہے کہ امام کی قرأت کو دل پر تصور جمائے غفلت میں نہ رہے۔

اطلاق النفس پر احضار

قرآن واحادیث ومحاورات میں نفس قلب بکثرت آیا ہے اور شرع میں اس کا اطلاق عام ہے فلہٰذا **"اذکر ربك"** سے مراد ذکر قلبی مراد ہے۔

باب ۲

اجماع صحابہ رضی اللہ عنھم

عوام تو کیا بہت سے پڑھے لکھے اس حقیقت سے بے خبر ہیں لیکن غیر مقلدین کو یقین ہے کہ صحابہ کرام کا اکثر مسائل میں اختلاف منقول ہے اسی اختلاف سے نہ صرف غیر مقلدین بلکہ تمام بدمذاہب فائدہ اُٹھا کر عوام کو بہکاتے ہیں اور ان کا اختلاف برائے اختلاف نہیں بلکہ صحبت نبوی میں کثرت حاضری یا حضوری یا کم حاضری پر مبنی ہے یہ طویل بحث ہے اسے احناف کے مذہب تحقیق کے بعد سمجھا جا سکتا ہے کہ احناف کے اکثر دلائل ومسائل کا تعلق ان صحابہ کی نقول سے

ہے جو حضوری دربار تھے مثلاً خلفائے راشدین وعبادلہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور غیر مقلدین ایسے ہی دوسرے بدمذاہب بلکہ اکثر اہل مذاہب کے دلائل و مسائل کا تعلق کم حاضری وغیر حاضری والے صحابہ کرام سے منقول ہیں جنہیں ایک یا دو بار حاضری نصیب ہوئی۔

الحمد للہ ترک القرات خلف الامام چالیس ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے جو حضوری بلکہ منظور نظر ہیں مثلاً خلفائے راشدین وعبادلہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے حوالے آگے آتے ہیں بلکہ صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کیا ہے۔ شارحین ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس اجماع سے اکثریت صحابہ مراد ہیں۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین میں سے بھی اکثریت ترک القرہ کی ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل اکثریت صحابہ و تابعین سے منقول ہیں اسی لئے اس کو ترجیح ہے اور اہل اسلام سے مخفی نہیں کہ قرآن کریم اور احادیث شریف کے بعد دینی مسائل میں جن حضرات کی طرف نگاہیں اُٹھ سکتی ہیں وہ شمع رسالت کے پروانے اور فیض نبوت سے مستفید صحابہ کرام کی جماعت ہی ہوسکتی ہے اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے۔

اب مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بعض صحابہ کرام اور تابعین اور بعض دیگر ائمہ عظام کے آثار واقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

خلفائے راشدین

امام عبدالرزاق حضرت موسیٰ بن عقبہ سے نقل فرماتے ہیں کہ

ان ابابکر و عمر و عثمان ینھون عن القراۃ خلف الامام

(عمدۃ القاری جلد۳ صفحہ ۶۷، واعلاء السنن جلد۴ صفحہ ۸۵)

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(۲) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں محمد بن عجلان سے بواسطۂ داؤد بن قیس نقل کیا ہے

ان عمر بن خطاب قال لیت فی فم الذی یقرء خلف الاما م حجر

حضرت عمر نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالے جائیں۔

(موطا امام محمد صفحہ ۹۷)

(۳) امام عبدالرزاق اپنی مصنف میں روایت کرتے ہیں

قال علی من قرء مع الامام فلیس علی الفطرۃ

حضرت علی نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے یعنی امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرت پر نہیں ہے۔

(الجواہر النقی جلد۲ صفحہ ۱۶۹)

(۴) حافظ ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

ثبت عن علی وسعد و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لا قراۃ مع الامام لا فیما اسر ولا فیما جھر

حضرت علی اور حضرت سعد اور حضرت زید بن ثابت سے ثابت ہے کہ امام کے ساتھ نہ سری نمازوں میں قرأت کی جاسکتی ہے اور نہ جہری نمازوں میں۔

(۵) امام ابوبکر ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ

اقرء خلف الامام؟فقال ان فی الصلوۃ شغلا وسیکفیك قراۃ الامام

کیا میں امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہوں؟ تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔(الجوہر النقی جلد۲صفحہ۱۷۰)

فائدہ: یہ حدیث کتب احادیث (۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱صفحہ۳۷۶ (۲) مصنف عبدالرزاق جلد۲صفحہ۱۳۸ (۳) طبرانی کبیر جلد۹صفحہ۳۰۳ میں ہے۔عبدالرزاق اور بخاری کی ایک ہی سند یوں ہے

عبدالرزاق عن منصور عن ابی وائل قال جاء رجل...... الخ

لطیفہ

غیر مقلد تو بخاری کے مقلد ہیں کہتے ہیں بخاری میں کہاں ہے؟ یہ نہیں کہتے حدیث صحیح سند کے ساتھ دکھاؤ تو ہم نے یہ حدیث امام بخاری کے دو استادوں کی عرض کی ہے اور ان کے وہی راوی ہیں جو امام بخاری کے راوی ہیں چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ کی سند بخاری کی سند جلد ۱صفحہ۱۵۳ ایسے ہی عبدالرزاق والی سند بخاری میں جلد ۱صفحہ۱۵۳ میں ہے۔

(۲) قال ابن مسعود لیت الذی یقرا خلف الامام ملیء فوہ ترابا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔(طحاوی جلد ۱صفحہ۱۰۷،الجوہر النقی جلد۲صفحہ۱۲۹)

(۳) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود سے سوال کیا کہ

عن القرءۃ خلف الامام فقال انصت للقران وان فی الصلوۃ شغلا وسیکفیك ذاك الامام

کیا امام کے پیچھے قرأت کی جاسکتی ہے۔حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ قرآن کے لئے خاموش رہو امام قرأت میں

مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔ (سنن الکبریٰ جلد۲ صفحہ ۱۶۰)

حضرت عبداللہ ابن عباس

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے دریافت کیا

اقرء والامام بین یدی قال لا

کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہرگز نہیں۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۲۹، الجوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۷۰، آثار السنن جلد ا صفحہ ۸۹)

حضرت زید بن ثابت

قال لایقرء خلف الامام ان جھر ولا ان خافت

امام کے پیچھے قرأت نہ پڑھی جائے امام آہستہ پڑھے یا جہر سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ اور صحیحین (بخاری ومسلم) کے ہیں۔

(۲) حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا تو

قال لا قراۃ مع الامام فی شی

اُنہوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۱۱، مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۵، ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: قال ابن تیمیہ ومعلوم ان زید ابن ثابت اعلم الصحابہ بالسنہ وھو عالم المدینہ

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۳ صفحہ ۳۲۳)

حضرت زید بن ثابت کا اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کو کسی نماز میں قرأت کا حق نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر

امام طحاوی عبیداللہ بن مقسم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ

انہ سئل عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر فقالو ا لا یقرء خلف الامام فی شی من الصلوۃ

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۲۹، زیلعی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر نے قراۃ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو

جواب میں اُنہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

ان عبداللہ ابن عمر کان اذا سئل ھل یقرء احد خلف الامام قال اذا صلی احد کم خلف الامام فحسبہ قراء ۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقراء وکان ابن عمر لا یقراء خلف الامام

(موطاامام مالک صفحہ۲۹، دار قطنی صفحہ۱۵۴)

یعنی جب حضرت ابن عمر سے قراۃ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو اکیلا قرأت کرے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

وددت الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ ۔ (جزءالقرءۃ صفحہ۱۱، موطاامام محمد صفحہ۹۸)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دی جائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

من قرء خلف الامام صلئی فوہ نارا۔ (نصب الرایہ للزیلعی جلد۲ صفحہ۱۹)

یعنی جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔

حضرت علقمہ بن قیس

حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ

ماقرء علقمہ بن قیس قط فیما یجھر فیہ ولا فیما لا یجھر فیہ ۔ (تعلیق الحسن جلد۱ صفحہ۹۰)

یعنی حضرت علقمہ بن قیس نے امام کے پیچھے کبھی قرأت نہیں کی نہ جہری نمازوں میں اور نہ سری نمازوں میں۔

جابر بن عبداللہ

مالك عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون خلف الامام

حضرت وہب بن کیسان نے حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا فرمارہے تھے کہ جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی

اوراس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو اس کی نماز ہوگئی)۔

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۱۲۱، سنن بیہقی جلد۲ صفحہ۱۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۳۶۰، موطا امام مالک صفحہ۶۶، ترمذی شریف جلد۱ صفحہ۷۱ میں مذکور ہے

اس کے متعلق ترمذی شریف میں ہے

هذا حديث حسن صحيح

یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے

(۲) مصنف عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۱۴۱ میں ہے

عبدالرزاق عن داؤد بن قيس عن عبيد الله بن مقسم سئالت جابر بن عبدالله اتقرء خلف الامام فی الظهر و العصر شيئا فقال لا

عبداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ امام کے پیچھے ظہر و عصر میں کوئی قرأت پڑھا کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

فائدہ: یہ حدیث صحیح ہے اس کے راوی صحیحین میں مذکور ہیں اور بخاری شریف جلد۱ صفحہ۳۷۵ میں یہ تمام ایک ہی سند میں مذکور ہیں۔ (داؤد بن قیس، عبیداللہ بن مقسم، جابر بن عبداللہ)

(۳) حدثنا وكيع عن الضحاك بن عثمان عن عبيدالله بن مقسم بن جابر قال لا يقرء خلف الامام

یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ پڑھی جائے۔

یہ حدیث جوہرالنقی جلد۲ صفحہ۱۶۱ اور مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۳۷۶ جلد۱ میں مذکور ہے اور صحیح ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث قرأت الامام لہ قراءۃ اور دیگر آثار وفتوؤں سے واضح ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی روایت کردہ حدیث پر فتویٰ وعمل تھا اور آپ کے فتوے کے مطابق امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب ظہر وعصر وغیرہ کسی نماز میں نہیں۔

جوہرنقی کے صفحہ مذکور میں ہے

الصحيح عن جابر ان الموتم لا يقرا مطلقا

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح یہ ہے کہ مقتدی قراءۃ قرآن (سورۂ فاتحہ وغیرہ) کسی نماز میں نہ پڑھے۔

(۴)عن ابی اسحق ان علقمه قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام صلی فوه احسبه قال ترابا او رضفا۔ (الجوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

یعنی ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ علقمہ نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ کو بھر دیا جائے ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اُنہوں نے کہا ہے کہ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

تابعین

عمرو بن میمون

حضرت ابن مسعود کے تلامذہ سے سوال کیا گیا جن میں سے حضرت عمرو بن میمون خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنی چاہیے یا نہیں تو فرمایا:

کلهم یقولون لا یقرء خلف الامام۔ (تعلیق الحسن جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)

یعنی حضرت ابن مسعود کے ان سب تلامذہ نے کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

اسود بن یزید

مشہور تابعی حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں

لان اعض جمرة احب الی من ان اقرء خلف الامام وانا اعلم انه یقرء۔

(تعلیق الحسن جلد ۱ صفحہ ۹۱ و اسنادہ صحیح)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے اس قرأت کا علم ہے۔

سوید بن غفلہ

ولید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ سے سوال کیا کہ

واقرء خلف الامام فی الظهر والعصر قال لا۔ (تعلیق الحسن جلد ۱ صفحہ ۹۱ و اسنادہ صحیح)

کیا میں ظہر و عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پیچھے قرأت کرسکتا ہوں؟ اُنہوں نے فرمایا "نہیں"۔

سعید بن مسیب

حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں کہ

انصت للامام۔ (تعلیق الحسن صفحہ ۹۱ و اسنادہ صحیح)

امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو اور قرأت نہ کرو۔

سعید بن جبیر

بشر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے سوال کیا

عن القراۃ خلف الامام قال لیس القراۃ خلف الامام۔ (تعلیق الحسن جلد ا صفحہ ۹۰، روایۃ کلہم ثقات)

کیا امام کے پیچھے قرأت کی جاسکتی ہے؟ فرمایا امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

قرأت خلف امام بدعت ہے

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

اول ما احدثوا القراۃ خلف الامام و کانوا لا یقرئون

لوگوں نے قرأت خلف الامام کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (صحابہ کرام) امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(الجوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوداؤد حضرت عبادہ بن صامت کی مرفوع حدیث کا مطلب یہ لکھتے ہیں:

لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحہ الکتاب قال سفیان لم یصلی وحدہ۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۹، ۸۳)

جس شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوتی حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لئے ہے۔

یعنی حضرت سفیان بھی قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام فاتحہ کا حکم مقتدی کے لئے نہیں بلکہ منفرد کے لئے ہے۔

سند الحدیث از امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور سرورِ عالم ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأت کی اسے ایک صحابی نے روکا تو اس شخص نے کہا کہ آپ مجھے قرأت خلف الامام سے روکتے ہیں۔ دونوں جھگڑتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ذیل کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ (قال محمد فی الاثار) اس میں حدیث کی سند یوں ہے:

اخبرنا ابو حنیفہ قال حدثنا ابو الحسن موسی ابن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد بن الحاد عن جابر بن عبداللہ عن النبی ﷺ من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراء ۃ

جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

امام محمد نے فرمایا

وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفه

اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

(کتاب الحجۃ امام محمد جلد اصفحہ ۱۱۸، واللفظ منہ مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۶۱، موطا امام محمد صفحہ ۹۴، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۹، طحاوی جلد اصفحہ ۱۴۹، مسند امام ابو یوسف صفحہ ۲۳)

یہ حدیث صحیح ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی دلیل ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند مذکور کے علاوہ اس کی کئی سندیں ہیں۔

سند ۱

حدثنا مالك بن اسماعيل عن حسن بن صالح عن ابی الزبير عن جابر عن النبی ﷺ

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد اصفحہ ۳۷۶)

سند ۲

رواه عبدالحميد ثنا ابو نعيم ثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبير عن جابر عن النبی ﷺ

(فتح القدیر جلد اصفحہ ۲۹۴، جوہر نقی جلد اصفحہ ۱۵۹)

سند ۳

مسند احمد حدثنا اسود بن عامر ثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبير عن جابر عن النبی ﷺ

(مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۳۹)

سند ٤

خبرنا اسحق الازرق ثناء سفيان و شريك عن موسى بن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد بن جابر قال قال رسول الله۔ (الحدیث)

(فتح القدیر جلد اصفحہ ۲۹۵، امام الکلام صفحہ ۱۹۷، التعلیق الحسن صفحہ ۱۱۴، کتاب الاثار امام محمد صفحہ ۶۵، سنن بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

امام ابو حنیفہ کے راویوں کا تعارف

موسیٰ بن ابی عائشہ، عبداللہ بن شداد، حضرت جابر بن عبداللہ اور یہ سند نہایت صحیح ہے۔

(۱) اس کا پہلا راوی موسیٰ بن ابی عائشہ صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳، جلد ۲ صفحہ ۷۳۳، جلد ۲ صفحہ ۷۳۴، جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ ۶ وغیرہ میں ۹ جگہ مذکور ہے۔ بخاری شریف میں ہے کان ثقہ یعنی موسیٰ بن ابی ثقہ تھا۔

(۲) دوسرے راوی عبداللہ بن شداد و لیسی ابوالولید مدنی صحابی یا ثقات تابعین سے ہیں۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری باب المباشرہ الحیض جلد ا صفحہ ۴۰۵ میں ہے **له روایه**

یعنی عبداللہ بن شداد کے لئے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہے (صحابی ہے)

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۵، جلد ۲ صفحہ ۹۱۳ وغیرہ سترہ جگہ میں مذکور ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں جو نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

مسئلہ

احناف کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اگر عمداً ترک ہو جائے تو نماز نہ ہوگی بھول کر چھوڑے تو سجدہ سہو واجب ہوگا (یہ منفرد اور امام کا حکم ہے) مقتدی کے لئے نہیں۔

مسئلہ

سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھی ہی نہیں جاتی۔ غیر مقلدین کہتے ہیں نماز میں اس کا پڑھنا فرض ہے اس لئے وہ ہر نماز میں اس کا پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں یہاں تک کہ امام کے پیچھے بھی پڑھتے رہتے ہیں۔ ہمارے دلائل مندرجہ ذیل روایات سے ہیں۔

(۱) مسلم شریف میں **تشهد فی الصلوۃ** کے باب میں ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو صفیں سیدھی کرو اور تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ (الحدیث)

فائدہ: اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی سورۂ فاتحہ پڑھو حالانکہ ایسا نہیں فرمایا جب امام فاتحہ پڑھ چکے تو تم آمین کہو۔ اس کی تائید اس باب میں مسلم کی حدیث سے ہوتی ہے جو انہوں نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور کہا (انصتوا) کا اضافہ صحیح

ہے۔جب امام مسلم سے پوچھا گیا کہ یہ اضافہ صحیح ہے تو تم نے اسے صحیح مسلم میں اضافہ کیوں نہیں کیا تو امام مسلم نے جواب دیا یہ ضروری نہیں کہ جو بھی میرے نزدیک صحیح ہو میں اسے اس کتاب میں ذکر کروں۔

(۲) امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سجود التلاوۃ کے باب میں زید بن ثابت سے ذکر کیا کہ جب ان سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

لاقراۃ مع الامام فی شی ء

نماز میں امام کے ساتھ قرأت کرنا جائز نہیں۔

نسائی نے اس حدیث کو سجود التلاوۃ میں ذکر کیا۔

(۳) ابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من کان لہ امام فقراء ۃ الامام قراء ۃ لہ

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرات قرار پاتی ہے۔

(۴) دارقطنی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من کان لہ امام قراء ۃ الامام لہ قراء ۃ

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرات پاتی ہے۔

اسی حدیث کو طبرانی نے اوسط میں ابو سعید خدری سے اور دارقطنی نے سنن میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے نیز دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یکفیك قراء ۃ الامام خافت او جھر

امام بلند آواز سے یا آہستہ پڑھے تجھے اس کی قرأت کافی ہے۔

(۵) امام عبدالرزاق نے مصنف میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی کہ ابوبکر و عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا کرتے تھے۔

عقلی دلیل

اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام اور مقتدی پر فرض ہوتا تو فرض کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ سرورِ کائنات ﷺ نے بیماری کے آخری روز جو نماز پڑھی اس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام تھے اور جب آپ ﷺ

تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے۔ آپ ﷺ نے اس آیت سے قرأت شروع کی جہاں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوڑی تھی اور کہیں بھی یہ منقول نہیں کہ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہو حالانکہ وہ نماز بلا کراہت کامل تھی۔ معلوم ہوا کہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور وہ بھی جو نمازی تنہا نماز پڑھے یا امام نماز پڑھا رہا ہے تو مقتدی خاموش رہے کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

مناظرہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قائلین قرأت فاتحہ خلف الامام کے چند افراد مسئلہ ہذا پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا آپس میں مشورہ کر کے ایک کو امیر اور مقابل منتخب کر لو جس کی ہار جیت تم سب کی ہار جیت ہو۔ سب نے اس تجویز کو قبول کر کے اپنا ایک نمائندہ مقرر کیا جب سب اس کی نمائندگی سے راضی ہوگئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہی میرا موقف ہے جسے تم سب نے تسلیم کر لیا وہ یہ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات مطلوب ہے ان سب میں ہم نے ایک کو مقرر کر لیا جو تمام مقتدیوں کی طرف سے نمائندگی کرتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے تمام مخالفین لاجواب ہوگئے۔

سوالات وجوابات

سوالات غیر مقلدین سے پہلے قواعد یاد رکھیں اکثر روایات مطلق ہیں جن کی مراد یہ ہے کہ انسان تنہا پڑھے یا امامت کرے اس میں فاتحہ عمداً ترک کردے وہ نماز فاسد ہے۔

(۱) عموماً احادیث مبارکہ میں فعل کی نفی سے اصل فعل کی نفی مراد نہیں ہوگی بلکہ فضیلت وکمال کی نفی مراد ہوتی ہے جیسے

لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد

مسجد کے ہمسایہ کی نماز مسجد کے سوا نماز نہ ہوگی۔

ایسے ہی

لاصلوة لمن لم یقرء فاتحه الکتاب۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۴)

جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

فائدہ: جیسے مسجد کے ہمسایہ کی نماز گھر میں پڑھنے کی فضیلت کی نفی ہے ایسے قراءۃ خلف الامام کے ترک میں فضیلت کی نفی ہے۔

(۲) حکم مطلق ہو تو اسے مقید کرنا جائز نہیں جب تک کہ صریح الفاظ نہ ہوں اپنے قیاس و گمان سے مقید نہیں کیا جا سکتا جیسے مذکورہ بالا حدیث مطلق ہے اس کے لئے صاف الفاظ ضروری ہیں یعنی ایسی صحیح و مرفوع حدیث لانا لازم ہے جس میں ہو کہ امام کے پیچھے بھی فاتحہ پڑھنا ضروری ہے کہ اس کے بغیر نماز فاسد ہو گی۔

(۳) دعویٰ کے مطابق دلیل ہو۔ دعویٰ عام ہے تو دلیل بھی عام اگر دعویٰ خاص ہے تو دلیل بھی خاص۔ حدیث مذکور میں تو دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے کہ نہ اس میں مقتدی کی قید ہے اور نہ خلف الامام کی جب تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہوا ایسا دعویٰ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ حدیث **لا صلوۃ...... الخ** مطلق ہے اس لئے ثابت کرنا ہے کہ مذکورہ حدیث کس کے حق میں ہے امام اور منفرد کے حق میں ہے یا مقتدی کے حق میں ہے ہم نے اس حدیث کے تمام طرق پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تو اسی حدیث میں یہ زیادتی بھی مل گئی کہ

لا صلوۃ لمن لم یقرء فاتحہ الکتاب فصاعدا۔ (مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۶۹، ابو عوانہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

جس شخص نے سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اگر غیر مقلدین کے نزدیک مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ اور **فصاعدا** اس کے ساتھ اور بھی کچھ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کے لئے ہے اگر جائز نہیں تو یہ حکم صرف اور صرف اُس شخص کے لئے ہو گا جس کے لئے سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ اور کچھ پڑھنا بھی ضروری ہو تو وہ صرف امام اور منفرد ہو سکتا ہے مقتدی ہر گز نہیں ہو سکتا۔

بہر حال غیر مقلدین کے نزدیک بخاری شریف کی مذکورہ حدیث مایہ ناز ہے اسے ہم نے قواعد کے ساتھ صاف کر دیا اب اس کی جتنی روایات ہیں اس کے لئے یہی تحقیق ہے جو ہم نے بیان کی۔

سوال

من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا بام القران فھی خداج۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۹)

ہر وہ نماز جو سورۃ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

جواب

دراصل غیر مقلد حدیث کو جملہ طرق سے نہیں دیکھتے یہ روایت دراصل یوں ہے

کل صلوۃ لم یقراء فیھا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام

ہر وہ نماز جو سورۃ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے وہ ناقص ہے ہاں مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور یہ استثنا ہے۔

(کتاب القرءۃ للبیہقی صفحہ ۱۳۵)

الا صلوۃ خلف الامام یہ علاء بن عبدالرحمٰن راوی نے پچھلے الفاظ چھوڑ دیئے۔

راوی ضعیف

علاء بن عبدالرحمٰن کے بارے میں امام یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

لیس حدیثہ بحجہ

علاء بن عبدالرحمٰن کی حدیث حجت نہیں ہوسکتی۔

(۲) ابن عدی کو لیس بالقوی کہتے ہیں۔ امام ابوحاتم کا بیان ہے کہ ان کی بعض حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔

(کتاب الانصاف صفحہ ۶۱، ۷، میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۱۲، تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

سوال

غیر مقلدین کی اسی حدیث کے راوی سے یہ حدیث بھی روایت ہے تو پھر اس پر عمل کیوں؟

کنا خلف رسول اللہ فی صلوۃ الفجر فقرا رسول اللہ ﷺ فثقلت علیہ القرء ۃ فلما فرغ قال لعلکم تقرء ون خلف امامکم قلنا نعم ھذا یارسول اللہ قال لا تفعلوا الا بفاتحہ لا کتاب فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرء ھا۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۸۳)

جواب

(۱) اس روایت کا راوی محمد بن اسحاق ہے جس کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۲۱)

(۲) میتب ابن خالد اس کو جھوٹا اور کذاب کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۵)

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن القطان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۲۱)

(۳) اس روایت میں ایک راوی مکحول بھی ہے جس کے متعلق ابن سعد فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے مکحول کی تضعیف کی اور مکحول صاحب تدلیس بھی تھے۔ (میزان جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)

(۴) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مکحول نے دیگر صحابہ سے عموماً اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خصوصاً کوئی روایت نہیں سنی وہ محض تدلیس سے کام لیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۹۲)

سوال کے جوابات

غیر مقلدین کو روایات **کل صلوۃ...... الخ** (وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز خداج ناقص ہے) پر بڑا ناز ہے حالانکہ انہی لفظ خداج (ناقص) سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ کسی چیز کا ناقص ہونا اصل شے کے وجود کی نفی نہیں کرتا ہاں نفی کمال پر دلالت کرتا ہے اور وہ مخالفین یعنی غیر مقلدوں کو مفید نہیں جیسا کہ ایک حدیث جو ترمذی نے روایت کی ہے:

عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ الصلوۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین و تخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیك یقول ترفعھما الی ربك مستقبلا بطونھما وجھك وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذالك فھو کذا و کذا وفی روایہ فھو خداج

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز دو رکعت ہے ہر دو رکعت میں تشھد ہے اور **تخشع وتضرع و تمسکن** (مسکینی ظاہر کرو) پھر دونوں ہاتھوں کو باندھ کر اپنے خدا کی طرف اُٹھاؤ ان کے پیٹوں کو اپنے چہرے کی طرف اُٹھاتے ہوئے اور کہو یارب یارب جو ایسا نہیں کرتا تو ایسا ہے ایسا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خداج ہے یعنی اس کی نماز ناقص ہے۔

انتباہ

اس حدیث میں خداج کا لفظ ہے۔ظاہر ہے کہ بعد نماز تضرع و تخشع و تمسکن و دعا کا ہاتھ اُٹھا کر ہتھیلیوں کو منہ کی طرف کرنا واجب نہیں اور اس مجموعے یا ایک کا ان میں سے نہ ہونا اصل نماز کا مطلب نہیں بلکہ یہ اُمور مستحبات میں سے ہیں تو کلمہ خداج فرضیت وایجاب پر دلالت نہیں کرتا جیسے اس حدیث شریف میں خداج کا لفظ فضیلت وکمال کی نفی کی دلیل ہے نہ کہ وجوبِ فرضیت کی ایسے نماز کو سمجھے

لا صلوۃ الا بفاتحہ

اس جیسی روایات پر غیر مقلدین نازاں ہیں اس کے اکثر جوابات فقیر سابقاً لکھ چکا ہے چند دیگر نظائر حدیث میں ملاحظہ ہوں جن میں ثابت ہے کہ مذکورہ بالا روایت کی طرح ان میں فضیلت وکمال کی نفی ہے نہ کہ اصل فعل کی ۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

قال علیہ السلام لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد وقال علیہ السلام لا صلوۃ للعبد الا بق حتی یرجع......الحدیث وقال علیہ السلام لا صلوۃ بھذہ الطعام

(۱) مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں (۲) بھاگے ہوئے غلام کی کوئی نماز نہیں جب تک کہ واپس نہ لوٹے

(۳) طعام کی موجودگی میں (کھانا تیار ہونے کی صورت میں) نماز نہیں اگر پڑھ بھی لی تو نہ پڑھنے کے برابر۔

فائدہ: اسی قسم کی روایات کا یہ مطلب ہے کہ نماز تو ہو جائے گی لیکن فضیلت وکمال کے بغیر ایسے ہی ہم کہتے ہیں کہ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز میں وہ فضیلت نہیں جو فاتحہ پڑھنے سے ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ہے

قرآن مجید میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قوم سے معاہدہ کیا اور قسمیں کھائیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ (پارہ۱۰، سورۃ التوبۃ، ایت۱۲)

ترجمہ: بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ان کی قسموں کا اعتبار نہیں اس لئے کہ ان کے معاہدے اور قسمیں غیر معتبر ہیں وغیرہ وغیرہ۔